© rasailojaraid.com



# عثمان رضؓ
# صرف تاریخ کی روشنی میں

از

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مترجم

(جناب مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی)

(۶)

اور پھر یہ تنہا سیاسی مشکلات ہی خلیفہ اور اس کے مشاورین و معاونین کی مشغولیت کا باعث نہ تھیں، انتظامی معاملات کی پیچیدگیاں بھی کچھ کم اور معمولی نہ تھیں، اس لئے کہ یہ ممالک جو مسلمانوں نے فتح کئے پہلے ہی سے اپنا ایک تمدن اور ایک تہذیب رکھتے تھے ان کا اپنا ایک مانوس نظم و آئین تھا جدا جدا ملک تھے اس لئے ان کے نظام بھی ایک دوسرے سے الگ تھے۔ ان تمام ممالک میں آئین کا اجرا ضروری تھا جس طرح فتح ہونے سے پہلے وہ زیرِ نظام تھے، اسلامی فتح تخریب و تباہی کی نہیں تعمیر و ترقی کی فتح تھی اور یہ ممکن نہ تھا کہ عرب یک بیک پختہ کار منتظم اور مشاق سیاست داں بن جائیں اور اتنے قوی بھی کہ مفتوحین کی شرارتوں سے خود کو محفوظ رکھ سکیں، اپنی جان اپنے مال و اسباب کی طرف سے بالکل مطمئن ہو کر مفتوحین سے اس قدر وصول کر سکیں جس سے ایک طرف قیام امن پر قادر ہوں دوسری طرف جنگ بھی جاری رکھ سکیں اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے رہیں، ان حالات کے پیشِ نظر ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ ان دفاتر اور انتظامات کو باقی رکھتے جو فتح کے وقت ان کو ملے تھے، اور ان کی نہایت شدت کے ساتھ مسلسل نگرانی کرتے، ایسی نگرانی جو ان کو دھوکا کھانے یا دسیسہ کاریوں کا شکار ہو جانے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یا مخالفانہ ہجوم کے خطرات سے دور رکھتی اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی معمولی نہیں تھی پھر عربی ممالک بجائے خود چند در چند مشکلات کا گہوارہ تھے خلیفہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر حکومت کے لئے جو اطاعت اور اتباع کی عادی نہ تھی نہایت حکیمانہ مسلک اختیار کرے، اور قوم کے نوجوانوں اور طاقت رکھنے والے افراد کو زیر اثر کرے اور ان کو دور دراز مقامات پر بھیج دے جہاں سے وہ واپس آسکیں اور شاید نہ بھی آئیں، ہم عام فوجی تیاری اور بھرتی کے حالات سرسری طور پر پڑھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں لیکن ہماری نظر اس تیاری اور بھرتی کی گہرائیوں اور اس کی مشکلات تک نہیں پہنچتی ہم اس کا بھی اندازہ نہیں لگاتے کہ جدید قوموں کے پاس اس سلسلے میں مقررہ اور مرتبہ دستور العمل ہیں جو کسی فوری تقاضے کی پیداوار نہیں بلکہ پوری قابلیت اور کمال مہارت سے بنائے گئے ہیں دقیق تجربہ اور طویل مشق پر اس کی ترتیب کی بنیاد ہے پھر کہاں وہ بدوی قوم جس کا بڑی بڑی لڑائیوں میں نہ کوئی مقررہ طریقہ نہ باقاعدہ فوجی بھرتی اور تیاری سے کبھی اس کا واسطہ، یہ تو اس کا پہلا اور صرف پہلا اقدام ہے جس کے پیچھے نہ کوئی تجربہ ہے نہ سابقہ آزمائش۔

یہ ان مشکلات کے چند پہلو ہیں جو حضرت عمرؓ کو پیش آئے اور اگر صدیق اکبرؓ کی زندگی نے وفا کیا ہوتا تو ان کو بھی پیش آتے اور حضرت عمرؓ کے بعد آنے والے خلفاء تو لازمی طور پر ان مشکلات سے دوچار ہونے ہی والے تھے پھر اس میں حیرت کی کیا بات ہے اگر حضرت عمرؓ اپنی خلافت کی وجہ سے سخت پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں؟ اور اس میں تعجب کا کیا مقام ہے کہ اگر وہ معاملات میں سخت، اپنے ارادوں میں اٹل، اور عظیم الشان تیاریوں میں منہمک ہوں، نہ خود آرام کریں اور نہ دوسروں کو آرام کرنے دیں اور کیوں یہ ان ہونی سمجھی جائے اگر حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں اور ہم عصروں میں ایسی شخصیت کی تلاش رکھتے ہوں جو ان مشکلات بلکہ اس سے بھی زیادہ الجھی ہوئی مشکل کا مقابلہ کر سکے اور وہ اپنی تلاش میں کامیاب نہ ہو سکے ہوں؟

سیاسی، جنگی اور انتظامی مشکلات پر ایک اور مشکل کا اضافہ ہے جس کا تعلق اس مذہبی ورثہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے جس کی حمایت اور حفاظت خلیفہ کا فرض ہے اور جس کے قیام میں وہی راہ اختیار کرنی ضروری ہے جو نبیؐ نے خدا کے حکم سے اختیار کی تھی اگر معاملہ صرف فتوحات کا اور انتظام اور سیاست کا ہوتا تو ان قوموں کی طرح جو کمزور سے قوی، وحشی سے متمدن اور غلام سے حاکم بن گئیں عرب بھی اپنا کام چلالے جاتے، لیکن اسلام نے فتح کی جو حدیں مقرر کی ہیں اس میں مرکزی نقطہ یہ ہے کہ مفتوحین کے ساتھ وہ کامل انصاف برتا جائے جو ان کو فاتحین کی صف میں بٹھا دے اور فاتح اور مفتوح کا درجہ ایک کردے، پس وہ فتح جس کی تصویر ہمارے سامنے اسلام نے اور اس کے رسولؐ نے اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے پیش کی ہے تسلط اور خراج وصول کرنے کی نہیں بلکہ اصلاح اور ہدایت کی فتح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ کے لئے سیاسی، جنگی اور انتظامی مہارت کے علاوہ ایک اور زبردست مہارت کی ضرورت ہے جو بہت زیادہ مشقت اور محنت کی طالب ہے جس کے ذریعے دین کی حمایت اور حفاظت کی جا سکے اور دین کو فاتحین کا آلۂ کار یا مفتوحین کی چال بازیوں کا شکار ہونے سے بچایا جا سکے، نیز جس کی موجودگی میں ان افراد کی نگرانی ہو سکے جن کے ذمے دین کا قیام ہے جن کو دین کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ کبھی نہیں کرنی چاہیئے مبادا ان سے کوئی قصور اور بے اعتنائی ہو رہی ہو۔

پھر ان تمام مشکلات پر مستزاد مشکل مسئلہ جس کا حل کرنا اور جس کا سرا دین کے حقائق اور عوام کے مصالح سے ملا دینا حضرت عمرؓ کے لئے ضروری تھا وہ، یہ جدید قوت تھی جو نبیؐ کے ممتاز صحابہ اور فاتح سپہ سالاروں کی وجہ سے عربوں کو ملی یعنی ایک تو دین سے متعلقہ افراد کی قوت دوسری دنیا سے وابستہ حضرات کی قوت، تیسری دین و دنیا کے جامع اصحاب کی قوت، پس وہ صحابی جس نے اسلام کی طرف سبقت کی، دونوں ہجرتوں میں شریک رہا، تمام غزوات میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا اور اس کے بعد مدینہ میں مقیم ہو گیا وہ دین سے متعلق گروپ کا ایک فرد ہے، وہ قریشی یا عربی جو بعد میں اسلام لایا لیکن فتوحات کے دور میں مشکلات اور مصائب برداشت کئے اور فاتحین میں ممتاز رہا وہ دنیا سے وابستہ گروپ کا ایک فرد ہے اور وہ صحابی جس نے اسلام کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سبقت کی، اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہجرت کی غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا پھر فتوحات میں بھی ممتاز درجے پر رہا وہ دین و دنیا کے جامع گروپ کا فرد ہے، اب اگر خلیفہ چاہے کہ کسی کو جانشین مقرر کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان مختلف مصلحتوں کا لحاظ کرے اور ان پیچیدہ مشکلات میں سے ایک ایسا حل نکالے جو دین دنیا اور عوام کی مصلحتوں کے لئے قابل قبول ہو، ایسی حالت میں اگر حضرت عمرؓ نے کسی کو خلیفہ بنایا اور متردد رہے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے البتہ تعجب اس وقت ہوتا جب وہ کسی کو نامزد کر دیتے پھر بھی حضرت عمرؓ نے کوشش کی اور اپنے نازک اور خطرناک دنوں میں چاہا لیکن موت نے جلیل القدر صحابہ اور مسلمانوں کے ارباب فکر و نظر سے مزید مشورے اور تبادلۂ خیالات کی مہلت نہ دی۔

اس میں شک نہیں کہ شوریٰ کے لئے جو نظام ترتیب دیا گیا تھا اس میں خامی تھی اور بڑی خامی تھی، سب سے پہلی بات جو ہم کو متوجہ کرتی ہے وہ مجلس شوریٰ کے دائرے کی تنگی ہے، چنانچہ یہ صرف سات افراد پر مشتمل ہے اور ان میں بھی ایک فرد ایسا ہے جو شرکت مشورہ کے علاوہ کسی بات کا حقدار نہیں، یعنی عبداللہ ابن عمرؓ پوری مجلس میں وہی ایک ایسے مشیر تھے جن کے لئے غرض کا خانہ خالی تھا۔ ابھی یہ ارباب مشورہ جمع ہی ہوئے تھے کہ انھیں اندازہ ہو گیا کہ وہ ایک ایسی خطرناک پیچیدگی کی زد میں جو ان کی مجلس کا رخ غلط راہ کی طرف پھیر دے گی چند مشیر اور سب کے سب خلافت کے امیدوار اب اس کے سوا چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس بات کے لئے آمادہ کریں جن پر آمادگی طبیعتوں کا معمول نہیں، اور یہ بھی اقتدار اور جاہ پسندی کی خاطر نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے خیال سے پس ان میں ہر امیدوار اخلاصانہ طور پر خیال کرتا ہے کہ وہ ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی طاقت اور حق و انصاف کا لحاظ رکھنے کی اہلیت زیادہ سے زیادہ رکھتا ہے مجلس شوریٰ کے نگران کار حضرت طلحہؓ کے ذریعہ مسلمانوں کو حیرت زدہ بنا دینے والی یہ اطلاع ملی کہ خود مشیروں میں یک جہتی نہیں ہے اور مخالفانہ مقابلے کی صورت درپیش ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں

لقد کنت من ان تدافعوھا اخوف، مجھے بڑا خوف تھا کہ مقابلے کی بجائے کہیں مخالفت کی نہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



منی من ان تنافسوھا ٹھن جائے۔

ابو طلحہؓ پر خدا کی رحمت ہو اپنی طبیعت کی سادگی اور دل کی پاکیزگی سے حضرت عمرؓ کی طرح ایسا خیال کرتے تھے کہ خلافت ایک بار گراں ہے جس کے حصول کی طمع نہ کرنی چاہیے بلکہ اپنا دین اور دنیا سنبھالنے کی خاطر اس سے دور ہی رہنا مناسب ہے، لیکن مشیر اس خیال کے نہ تھے، ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ خلافت ایک خدمت ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے مقابلے کی سرگرمی ضروری ہے خواہ وہ کتنی ہی گراں بار ہو، اس لئے کہ اس کے ذریعہ ایک طرف خدا تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے اگر حسنِ ظن شریک حال ہو، دوسری طرف اس کے ذریعے انسانوں کی ہمدردی کی جا سکتی ہے اگر سچائی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا جائے، اور لوگوں کا فرض ہے کہ وہ مقابلہ کرنے والوں کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور ان سے متعلق اظہار رائے میں صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں،

ارکان شوریٰ میں سب سے پہلا فرد جس کو اصل مشکل اور اس کے حل کرنے کا تیزی کے ساتھ احساس پیدا ہوا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف تھے انھوں نے اپنے رفقاء کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہم میں سے کوئی ایک امیدواری سے دست بردار ہو جائے اور انتخاب کا معاملہ ہم اسی کے حوالے کر دیں، اس تجویز پر سب خاموش ہو گئے، یا یوں کہئے کہ ان میں سے چار آدمی خاموش رہے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ نہ خاموش تھے نہ گویا یعنی وہ اس مجلس میں شریک نہ تھے حضرت عبد الرحمٰنؓ نے جب دیکھا کہ سب خاموش ہیں اور کسی ایک کو بھی دست برداری گوارا نہیں تو اس کے لئے وہ خود تیار ہو گئے، اور چاہا کہ انھیں باقی پانچ افراد میں سے کسی ایک کو مسلمان کا خالصاً لوجہ اللہ خیرخواہ تجویز کر دیں لیکن خود امیدواروں کے خدشات کے پیش نظر یہ بات آسان نہ تھی کہ وہ حضرت عبد الرحمٰن کی مختاری پر رضامند ہو جائیں، حضرت علیؓ کو خطرہ تھا کہ کہیں دامادی کے خیال سے عبد الرحمٰنؓ حضرت عثمانؓ کی طرف نہ جھک جائیں حضرت علیؓ کے علاوہ امیدواروں کو ڈر تھا کہ عبد الرحمٰنؓ سے سعدؓ کی رشتہ داری کہیں ان کی راہ میں حائل نہ ہو چنانچہ باہم قول وقرار ہوا اور طے پایا کہ عبد الرحمٰنؓ اپنی کسی رشتہ داری اور ذاتی خواہش سے متاثر نہ ہونگے اور جس کو وہ منتخب کر دیں قوم اسے تسلیم کریگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اگر حضرت عمرؓ نے اس مجلس میں توسیع کر دی ہوتی اور عبداللہ بن عمرؓ جیسے افراد کی تعداد بڑھا دیتے جو مجلس شوریٰ میں حاضر ہوتے اور مسائل و معاملات میں بحث و گفتگو کے سوا کسی اور بات کا حق نہ رکھتے تو غالباً مجلس شوریٰ شکوک و اختلافات سے بچی رہتی، اور میں تو خیال کرتا ہوں کہ مجلس شوریٰ سے متعلق حضرت عمرؓ کا تصور اگر امیدواروں کی ایک مجلس کا نہ ہوتا کہ جو بھی منتخب ہو جائے وہ خلیفہ ہے بلکہ مشاورین کی ایک ایسی جماعت کا ہوتا جس کے سامنے یہ چھ نام پیش کئے جاتے اور وہ ان میں سے کسی ایک کو پسند کر کے اس کو خلیفہ بنا دیتی حضرت عمرؓ ادھر متوجہ نہ ہو سکے اور نہ بعد میں مسلمانوں کو اس بات کا خیال آیا کہ انصار شوریٰ میں شریک کئے جانے کے مستحق ہیں خلافت کے امیدواروں کی پسندیدگی اور انتخاب میں رائے دینے کا انھیں بھی حق ہے ہم جانتے ہیں کہ جب تک مسلمان متفق ہیں امامت قریش کے لئے ہے لیکن اس اصول کا یہ مطلب ہم نہیں جانتے کہ امام کے انتخاب کا حق صرف قریش کو ہے، امام قریشیوں کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا امام ہوتا ہے پس تمام مسلمان اس کے انتخاب کے مالک ہیں ہاں ان پر یہ پابندی ضرور ہے کہ جو امام بھی وہ پسند کریں وہ قریشی ہو اس کے عہد کے اور بعد کے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات جم چکی تھی کہ انتخابِ امام اربابِ حل و عقد کا حق ہے، اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہم جانتے ہیں کہ اربابِ حل و عقد کا دائرہ صرف قریش تک محدود نہ تھا خود صدیق اکبرؓ نے انصار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ نحن الامراء و انتم الوزراء ہم امیر ہیں اور تم وزیر اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو اربابِ حل و عقد میں شمار کیا ہے جہاں تک ہمیں معلوم ہے وزیر ہی توڑ جوڑ کیا کرتے ہیں پس لازم تھا کہ مجلسِ شوریٰ میں انصار شریک ہوں اور خلیفہ کے انتخاب میں حصہ لیں مزید براں مجلسِ شوریٰ میں قریش اور انصار کے علاوہ عرب سرداروں، میدانِ جہاد کے سپہ سالاروں اور اسلامی حکومت کے عمال اور حاکموں کی شرکت بھی ضروری تھی اس شکل میں اگر مجلسِ شوریٰ ترتیب پاتی تو مسلمان بہت سے مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہتے،

شوریٰ کی اس طرح پر تنظیم میں ایک دوسری پیچیدگی جو ہمیں نظر آ رہی ہے وہ یہ کہ مشیروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے اختیار کو موقت اور ہنگامی بنا دیا گیا حضرت عمرؓ نے تین دن کی مدت مقرر کی اور مسلمانوں نے اس تحدید کو منظور کرلیا اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے ہی میں سے ایک کو منتخب کرتے اور اُسے خلیفہ بناتے، جو لوگ حاضر تھے وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے پھر دوسرے شہروں میں اس کی بیعت کے لئے خطوط لکھے جاتے یا زیادہ گہرے الفاظ میں یوں کہئے کہ خود خلیفہ اپنی بیعت کے لئے باہر کے لوگوں کو لکھتا اور مدینہ کے حاضرین کی بیعت سے حاصل ہونے والی خلافت کے نام سے باہر کے لوگوں پر حکومت کرتا، مطلب یہ ہے کہ اس نظام شوریٰ کے ماتحت تنہا مدینہ کے لوگوں کو یہ درجہ حاصل تھا کہ اگر وہ بیعت کرلیں تو دنیا کے تمام حصوں میں اس کی اتباع ضروری ہوجاتی ہے اس لئے کہ مدینہ مہاجر اور انصارِ صحابہ کا مستقر تھا تمام ارباب حل وعقد وہیں رہتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں تاخیر سے مختلف قسم کے اضطراب وہیجان کا امکان تھا تاہم یہ بات اپنی جگہ شک سے خالی ہے کہ صحابہ میں سے بعض اصحاب فکر ونظر اس وقت حضرت عمرؓ کے حکم یا اجازت سے مختلف شہروں یا محاذ جنگ پر تھے اور وہ اس کے اہل تھے کہ ان سے مشورہ لیا جاتا۔

لیکن تین دن کی مختصر مدت یعنے اقدام کے لئے عجلت، درحقیقت اصل خطرے کا دروازہ نہیں یہ تو مصلحت کا ایک تقاضا بھی ہوسکتا ہے اور حضرت عمرؓ نے یقیناً اس مصلحت کا صحیح اندازہ کرلیا تھا خطرے کی بات تو اس میں تھی کہ یہ مجلس وقتی اور ہنگامی تھی خلیفہ کا انتخاب ہوا اور یہ ٹوٹ گئی اگر اس مجلس کو کچھ اور وسعت دی جاتی اور پھر اسے ایک مستقل نظام کی حیثیت سے باقی بھی رکھا جاتا جو ایک طرف خلیفہ کے کاموں کی نگرانی کرتا اور دوسری طرف ضرورت کے مواقع پر خلفاء کے انتخاب کی کارروائی عمل میں لاتا تو یقیناً مسلمان پارلیمنٹری نظام کی طرف پہل کرنے والوں میں ہوتے اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اس کے مستحق بھی تھے، ناظرین نے حضرت عمرؓ کی سیرت میں اس بات کا اندازہ کرلیا ہوگا کہ وہ کس طرح اس نظام کے لئے تیزی اور سرگرمی کے ساتھ کوشاں تھے لیکن میں پھر اس بات کو دہراؤں گا کہ موت نے جلدی کی اور حضرت عمرؓ کو اس نظام پر غائر نگاہ ڈالنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیا اگر زندگی نے وفا کی ہوتی تو امکان تھا کہ آپ اس کام کے لئے فرصت پاتے اور جو خاکہ ہم نے کھینچا ہے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کے مشابہ کسی نظام کی تکمیل فرما دیتے، پھر نہ کوئی کشمکش درمیان ہوتی اور باہمی آویزش کے وہ واقعات پیش آتے جو حضرت عثمانؓ کا مقابلہ کرنے والوں کے درمیان واقع ہوئے جس کا مرکزی نقطۂ حقیقت یہ سوال ہے کہ اگر مسلمان خلیفہ کی پالیسی کو غلط تصور کرتے ہوں تو کیا ان کو اجازت ہے کہ وہ اس کو معزول کر دیں یا یوں کہئے کہ رعایا اگر تنگ آچکی ہو تو خود خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ نہیں کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائے۔

بہر حال اہل مشورہ نے معاملہ عبدالرحمنؓ کے سپرد کر دیا اور خود اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے حضرت صہیب فاروق اعظم کی تعمیل ارشاد میں نماز پڑھاتے ابو طلحہؓ اور ان کے ساتھی عبدالرحمنؓ کے دروازے پر جمے رہے کہ تین دن گذریں اور وہ مسلمانوں کے لئے ایک امام پسند فرمائیں، کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمنؓ نے اپنے اندازے اور استخارے پر قناعت نہیں کی انھوں نے اوروں سے بھی مشورہ لیا کچھ لوگوں کے پاس خود گئے بعضوں کو اپنے ہاں بلایا مردوں کے علاوہ ممتاز خواتین کو بھی شریک مشورہ کیا امہات المومنین اس سلسلے میں پیش پیش رہیں پھر جب تین دن کی یہ مقررہ مدت ختم ہونے کے قریب تھی تو آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو بلوایا اور ہر ایک سے تنہائی میں گفتگو کی، چنانچہ حضرت علیؓ سے تخلیہ میں کہا اگر میں آپ کو خلیفہ منتخب نہ کر سکوں تو آپ کس کے حق میں اپنی رائے دیں گے حضرت علیؓ نے جواب دیا حضرت عثمانؓ کے حق میں پھر یہی سوال آپ نے حضرت عثمانؓ سے تنہائی میں کیا انھوں نے جواب میں حضرت علیؓ کا نام لیا، ہر چند کہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہے اس لئے کہ ایسا کوئی شاہد نہیں ہے کہ جو بتاتے کہ عبدالرحمنؓ کی ان دونوں حضرات کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی بہر حال عبدالرحمنؓ بن عوف نے ان سے تنہائی میں گفتگو کی اور اس کے بعد مسجد میں اجتماع کا اعلان عام ہو گیا، حاضرین سے مسجد بھر گئی عبدالرحمنؓ منبر نبوی پر چڑھ کر اس جگہ بیٹھے جہاں حضورؐ بیٹھا کرتے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے اپنی نشست ایک زینہ نیچے کر لی تھی حضرت عمرؓ صدیق اکبرؓ کی نشست سے بھی ایک زینہ نیچے بیٹھا کرتے تھے، حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ یہ سلسلہ تو بہت طویل ہو جائے گا اور پھر نبوی نشست ہی پر بیٹھ گئے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بہرحال عبدالرحمٰنؓ ممبر نبوی پر چڑھے اور رسول اللہؐ کے بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھے سر پر وہ عمامہ تھا جو کسی سفر میں نبی کریمؐ نے باندھ دیا تھا ممبر پر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے پھر دعا کی جس کی آواز لوگوں تک نہ پہنچی اس کے بعد حضرت علیؓ کو اپنے پاس بلایا اپنا ہاتھ بڑھا کر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کیا آپ اللہ کی کتاب، رسول کی سنت اور شیخین کی اتباع پر مری بیعت لیں گے حضرت علیؓ نے جواب دیا نہیں میں اپنی ہمت اور حوصلے کے مطابق کوشش کروں گا، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ہاتھ چھوڑ دیا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا آپ اللہ کی کتاب رسول اللہ کی سنت اور شیخین کی اتباع پر مری بیعت لیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا ہاں عبدالرحمٰن نے کہا خدایا تو گواہ ہے، خدایا تو گواہ ہے، خدایا تو گواہ ہے اس کے بعد لوگ بڑھے اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت علیؓ نے بھی بلا پس وپیش بیعت کی، کہا جاتا ہے کہ اُن کو تردد تھا اور جب عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ان سے کہا کہ علیؓ مواخذہ اپنے سر نہ لو۔ قرآنی ارشاد ہے جس نے عہد توڑ دیا ذمہ داری اس کے سر ہے اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا خدا اسے اجر عظیم دے گا" تب حضرت علیؓ آئے اور بیعت کی، لیکن میرا یقین ہے کہ حضرت علیؓ کو تردد نہ تھا اور وہ ہرگز اس کے محتاج نہ تھے کہ کوئی انھیں عہد وفا کی یاد دلاتا آپ کی پوری زندگی ہم کو بتاتی ہے کہ آپ کی ذات اس قسم کی یاد دہانی یا تنبیہ سے بالا تر تھی۔

مورخین کی صحیح روایت کی بنا پر اس دن کا سورج غروب نہیں ہوا تھا، وہ ذی حجہ ۲۳ھ کا آخری دن تھا اور حضرت عثمانؓ ۲۴ھ کی پہلی صبح کا مسلمانوں کے خلیفہ بن کر استقبال کر رہے تھے۔

---



© rasailojaraid.com